Tauseeq, Volume. 3, Issue. 2
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI:https://doi.org/10.37605/tauseeq.v3i2.33

Received: 10-11-2022
Accepted: 06-12-2022
Published: 31-12-2022

# افسانوی مجموعے "ان کہی" میں نفسِ لاشعور کے پہلو

## (Aspects of the Unconscious Mind in the Fictional Collection "An Kahi")

•ڈاکٹر نسرین امین
•ڈاکٹر ستار خان خٹک

***Abstract:***

In psychology, there are three parts of the mind that interact together to form behavior and personality of an individual. These are Conscious, unconscious and subconscious. Consciousness is related to awareness and is Submissive to psychology that directly affects the actions, words and character of an individual. It is not possible to directly acknowledge everything from unconsciousness. They are those memories of mind, which usually exists in the intellect of a person as an urge or desires but they do not come up in practical life until they are faced by movement or after getting a hint about it. While sub-consciousness is the intermediate level between consciousness and unconsciousness. It consists of anything that can potentially be brought into the conscious mind with a little effort.

Mumtaz Mufti (famous fiction writer) who has left nine fictional collections in his literary life. "Ankahi" is the first fiction collection of Mumtaz Mufti which was published in 1943. It contains seventeen stories in which he tried to express some aspects of the unconscious mind. In this article, the writer has tried to explore many aspects of the unconsciousness.

***Key Words:*** *Conscious, unconscious, subconscious, Mumtaz Mufti, An Kahi.*

علم نفسیات کے مطابق ذہن کو تین حصّوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ شعور، لاشعور اور تحت الشعور۔ شعور سے مراد آگاہ ہونے کی صلاحیت ہے۔

• اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، سرحد یونیورسٹی پشاور
• پروفیسر شعبہ اردو، قرطبہ یونیورسٹی پشاور

انگریزی زبان میں شعور کو Conscious کہتے ہیں۔ انسانی زندگی میں پیش آنے والے اعمال شعور سے تعلق رکھتے ہیں اور انسان ان اعمال سے پوری طرح واقف ہوتے ہیں۔ دراصل انسانی شعور کی رو، نفسیات کے تابع ہو کر کسی شخص کے اقوال ،افعال، اعمال اور کردار میں براہ راست اس کی رہنمائی کرتے ہیں اور وہ شخص شعور کا تابع ہو کر اپنی شخصیت کو پروان چڑھاتا ہے۔

فرے برگ لوئس لکھتے ہیں:

> "Conscious refers to your individual awareness of your unique thought, memories feeling, sensations and environment" (1)

جدید نفسیات میں شعور کی رو ایک نیا تصور ہے جو امریکی ماہر نفسیات ولیم جیمز کی دریافت ہے۔ ولیم جیمز کے مطابق انسانی ذہن میں خیالات، احساسات تصورات اور تاثرات کا ایک خاص سلسلہ رواں رہتا ہے اور ظاہری طور پر ان کے درمیان کوئی منطقی تسلسل بھی نہیں ہوتا مگر گزرے وقت کی یادیں، موجودہ وقت کا احساس اور مستقبل میں ملنے والی خوشیوں کی امید انسانی ذہن میں ایک طوفان برپا کیے رکھتے ہیں۔

لاشعور کی اصطلاح فرائڈ کی وضع کردہ ہے۔ فرائڈ کے مطابق لاشعور انسان کی ذات کا وہ مطلب پرست، اخلاق دشمن اور عقل کے خلاف کام کرنے والا حصہ ہے جس کے متعلق براہ راست جاننا ممکن نہیں۔ انسان کے اندر وحشیانہ اور بہیمانہ خواہشات اس کے لاشعور میں مسکن بنائے رکھتی ہیں اور ہمارا معاشرہ لاشعور میں پائی جانے والی ان خواہشات کو قبول نہیں کرتا۔

ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات میں لکھتے ہیں:

> "یہ لاشعوری خواہشات اپنی نوعیت کے اعتبار سے حیوانی (بالعموم جنسی) اور اپنے رویے کے اعتبار سے سخت خود غرض ہوتی ہیں چنانچہ وہ ہر وقت اپنی تسکین کے لئے مواقع تلاش کرتی رہتی ہیں ۔ وہ شعور کی سطح پر ابھرنا چاہتی ہیں لیکن اخلاقی ضابطوں کا خیال اور معاشرتی اقدار کا احساس انہیں ایسا کرنے سے روکتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی تسکین کے لئے کچھ ثانوی ذرائع ڈھونڈ لیتی ہیں اور بھیس بدل کر اس طرح ظاہر ہوتی ہیں کہ بسا اوقات انھیں پہچاننا بھی عام آدمی کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔"(2)

انسانی لاشعور میں صرف ان وحشیانہ اور بہیمانہ خواہشات کا ڈیرہ نہیں ہوتا بلکہ وہ صلاحیتیں جنہیں پروان چڑھانے کا موقع نہیں ملتا یہیں موجود رہتی ہیں۔ اس لحاظ سے لاشعور انسانی دماغ میں موجود ان یادداشتوں کو کہا جاتا ہے جو عموماً کسی شخص کی حسرت یا خواہش کی صورت میں اس کے ذہن میں موجود ہوتی ہیں مگر زندگی کے دوران اس وقت تک سامنے نہیں

آتیں جب تک ان کو کسی یاد دلانے والے عمل کا سامنانہ کرنا پڑے مطلب یہ کہ جب تک یہ خواہشات پس پردہ رہتی ہیں انسان اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

ڈاکٹر سلیم اختر "نفسیاتی تنقید" میں لاشعور کے نظریے کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فرائڈ نے پہلی مرتبہ لاشعور کے تصور کی نفسیاتی اصولوں کے مطابق تفہیم ہی نہیں کی بلکہ لاشعور میں دبائے جانے والی خواہشات کا جنسی پس منظر بھی تلاش کیا۔"(3)

شعور اور لاشعور کے درمیان ایک درجہ اور بھی پایا جاتا ہے جسے "تحت الشعور" کہتے ہیں۔ تحت الشعور انسانی زندگی کے روزمرہ معاملات اور تجربات کا نام ہے جن کے ذریعے ہم شعور کی منزل تک پہنچ پاتے ہیں۔

علمی اردو لغت میں تحتُ الشّعُور کے معنی کچھ یوں درج ہیں:

"تحت الشعور: نفس کا وہ طبقہ جس میں نفسی عمل واقع ہوتا ہے اور جو مشاہدہ کی حد سے باہر ہے۔"(4)

در حقیقت تحت الشعور کو انسانی ذات ایک حصہ قرار دیا گیا ہے۔ انسانی ذات کے نفسانی اعمال اس کے تحت الشعور میں صورت پذیری کے عمل سے گزر رہے ہوتے ہیں لیکن یہ اعمال انسانی ذات کی توجہ اور مشاہدہ سے باہر ہوتے ہیں اور انہیں ان اعمال کے پروان چڑھنے کا خود بھی علم نہیں ہوتا مگر یہ اعمال ان کے تحت الشعور میں نشوونما پا رہے ہوتے ہیں۔

فرائڈ انگریز ماہر نفسیات نے انسانی ذہن سے متعلق اپنا خیال ظاہر کیا ہے کہ انسانی ذہن کے تین درجے ہیں۔ شعور، لاشعور اور تحت الشعور۔ جن باتوں کا ہمیں علم ہے وہ شعور کا حصہ ہیں، جن باتوں کے جاننے کے لیے ہمیں کچھ کوشش کرنی پڑے وہ تحت الشعور کا حصہ ہیں جبکہ لاشعور انسانی ذات کا وہ حصہ ہے جس سے وہ بالکل ناواقف ہوتا ہے اور غیر ارادی طور پر ہونے والے ایسے عمل کو جسے اخلاقی لحاظ سے قابل قبول نہیں مانا جاتا ایک خاص نفسیاتی عمل کے ذریعے شعور سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ تب انسانی ذات میں پائی جانے والی یہ خواہشات لاشعور میں چلی جاتی ہیں اور مختلف انداز سے شخصی کردار پر اپنا اثر چھوڑتی ہیں۔ جس طرح انسان کو کچھ جسمانی خصوصیات ورثے میں ملتی ہیں۔ اسی طرح ان کے بزرگوں کے مشاغل اور ذہنی و نفسیاتی خصوصیات بھی نسل در نسل ان کی ذات کا حصّہ بنتی رہتی ہیں، جو نسلی یادداشتیں کہلاتی ہیں۔

ممتاز مفتی کے افسانوی مجموعے "ان کہی" میں بھی نفسِ لاشعور کے پہلو پائے جاتے ہیں جن سے معاشرے میں پائے جانے والے اُن افراد کے نفسِ لاشعور کی پُر اسراریت کو پہچانا جا سکتا ہے جو شعوری طور پر ان پہلوؤں کا اظہار نہیں کر سکتے۔

اس بارے میں ممتاز مفتی اپنی کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں :

"اس مجموعے کی بیشتر کہانیوں میں نفسِ لاشعور کے کسی نہ کسی پہلو کے اظہار کی کوشش کی گئی ہے اور نفسِ لاشعور کا اظہار ہی میرے مصنف بننے کا جواز یا بہانہ ہے۔ یہ موضوع ایک بیحد الجھا ہوا بکھیڑا ہے۔ بہر حال اگر میں "نفسِ لاشعور" کے "ابوالہول" کے پُر اسرار تبسم کی جھلک نہیں دکھا سکا تو بھی مجھے تسکین ہے کہ میں نے اس اہم اور دقیق موضوع پر لکھنے کی جرأت اور کوشش کی۔ چاہے یہ کوشش کیسی ہی ناکام کیوں نہ ہو۔ کیونکہ مجھے امید ہے کہ

شاید یہ کوشش ایک اشارے کا کام دے اور کسی بہتر فنکار کو اس
موضوع پر لکھنے پر اکسائے اور اک دن ہمیں نفسِ لاشعور کی پُر
اسرار مگر رنگین دنیا نصیب ہو۔"(5)

ممتاز مفتی (۱۹۰۵ء تا ۱۹۹۵ء) اردو ادب میں کسی تعارف کے محتاج نہیں، انھوں نے اپنی ادیبانہ زندگی میں اصناف نثر کی مختلف جہات کو آزمایا ہے اور کامیاب بھی رہے ہیں لیکن ان کی شہرت کا میدان افسانہ نگاری کا فن ہے۔ ممتاز مفتی کا پہلا افسانوی مجموعہ ۱۹۴۳ء کو منظر عام پر آیا جس کا عنوان " ان کہی " رکھا گیا۔ ممتاز مفتی کے کہنے کے مطابق یہ نام میرا جی نے تجویز کیا تھا اور ترتیب و تدوین کا کام کرشن چندر اور چودھری برکت علی نے انجام دیا تھا۔ افسانوں کے اس مجموعے میں سترہ افسانے شامل کیے گئے ہیں جس کی ترتیب آپا، بیگا نگی ، جھکی جھکی آنکھیں، آپ بیتی، اندھیرا، خلط ملط، یہ دیوی، نفرت ، محلّہ، غسل آفتابی، کرن محل کا بھوت، مہندی والا ہاتھ، اندھا، ماتھے کا تل، مورا، انطحام اور سیانی کے عنوانات کے تحت کی گئی ہے۔

افسانہ "آپا" اپنے عہد کے مشہور ترین افسانوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس افسانے میں ایک درمیانے درجے سے تعلق رکھنے والی لڑکی (سجادہ) کے نفسِ لاشعور میں پیدا ہونے والے احساس کو دکھانے کی کوشش کی گئی ہے جو اپنے احساس و جذبات کو دل کی گہرائیوں میں پوشیدہ رکھتی ہے اور انہی گہرائیوں میں جیتی ہے اس کی مثال جلے ہوئے کوئلے کی مانند ہے جو جلنے کے بعد اپنے اندر کی چنگاری کو چھپائے رکھتا ہے۔

"آپا دل کی گہرائیوں میں جیتی تھی اور وہ گہرائیاں اتنی عمیق تھیں
کہ بات ابھرتی بھی تو بھی نکل نہ سکتی۔" (6)

تصدق (سجادہ کی پھوپھی کا دیور) جو تعلیم کی غرض سے ان کے گھر ٹھہرا ہوا تھا سجادہ سے بالواسطہ (بدو اور جہینا کے ذریعے) بات کرتا تو سجادہ کے دل کے تار بجنے لگتے، جواب میں سجادہ اپنی عملی دلچسپی کا مظاہرہ کرتی مگر زبان سے کچھ نہ کہتی مثلاً میٹھی فرنی کی فرمائش کا پورا کرنا، فروٹ سلاد بنانا سیکھنا، ہارٹ بریک ہاؤس کا پڑھنا وغیرہ۔ سجادہ جذبے کا جواب جذبے سے نہ دیتی لیکن تصدق کی باتیں سن کر اس کی روح متاثر ضرور ہوتی۔

"آپا اکثر چلتے چلتے ان کے دروازے پر ٹھہر جاتی اور ان کی باتیں
سنتی رہتی اور پھر چولہے کے پاس بیٹھ کر آپ ہی آپ مسکراتی۔
اس وقت اس کے سر سے دوپٹہ سرک جاتا، بالوں کی لٹ پھسل
کر گال پر آ گرتی اور وہ بھیگی بھیگی آنکھیں چولہے میں ناچتے ہوئے
شعلوں کی طرح جھومتیں۔ آپا کے ہونٹ یوں ہلتے گویا گا رہی ہو
مگر الفاظ سنائی نہ دیتے ایسے میں اگر اماں یا ابا باورچی خانے میں آ
جاتے وہ ٹھٹھک کر یوں اپنا دوپٹہ، بال اور آنکھیں سنبھالتی گویا
کسی بے تکلف محفل میں کوئی بیگانہ آ گھسا ہو۔"(7)

پھر سجادہ اور تصدق کے درمیان ساجو آجاتی ہے ساجو تیز طرار لڑکی ہے اس کے جذبوں کی زبان ہے اور وہ بات کرنے کا ہنر جانتی ہے کچھ عرصے بعد ساجو اور تصدق کی شادی ہو جاتی ہے مگر دو ہی سال میں ان کے بڑھکتے جذبے ماند پڑ جاتے ہیں جبکہ سجادہ کے اندر کی حرارت اور اس کی دھیمی مسکراہٹ قائم ہے۔ اس پورے افسانے میں سجادہ کے کردار کو سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے لاشعور میں چلنے والی جنگ سے اسے نبرد آزما ہوتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

"بیگانگی" اس مجموعے کا دوسرا افسانہ ہے اس افسانے کا تعلق انسانی نفسیات سے ہے کہ جب کوئی فرد اپنے ارد گرد اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی کو دیکھتا ہے تو اس کے نفس لاشعور میں کس قسم کی جنگ چلتی ہے اور اپنی ذہنی تسکین کے لیے وہ کن کن حربوں کو اپناتا ہے۔ رشید اس افسانے کا مرکزی کردار ہے جو اپنے والدین مسلسل چھ سال کی دعاؤں کے بعد نصیب ہوا تھا اور اپنے والدین کی آنکھوں کا نور تھا، بدصورت ہونے کے باوجود اس پر جان چھڑکی جاتی تھی، اسے پیار کیا جاتا تھا اسے کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے کسی قسم کے ردِ عمل کی ضرورت نہ تھی لیکن اس کے اپنے ہی والدین دوسرا بچہ ہونے پر اس کو نظر انداز کرتے ہیں ابھی اس کی عمر دو سال ہی تھی کہ ایک دن گھر کی ملازمہ آکر اس کی بڑی بہن سلیمہ کو خبر دیتی ہے۔

> "بی بی تمہیں مبارک ہو۔ خدا نے تمہارے گھر ایک اور ننھا بھائی دیا ہے۔" سلیمہ نے یہ سنا تو رشید کو یوں پٹک کر بھاگ گئی جس طرح وہ خود نئے کھلونے کی آمد پر پرانے کھلونے پھینک دیا کرتا تھا۔"(8)

یہ رشید کی تحقیر کا پہلا دن تھا اس دن وہ خوب رویا، اس نے ماں سے اپنی توتلی زبان میں شکایت بھی کی مگر ماں نے بھی اس سے بیزاری کا اظہار کیا اور اسے ملازمہ کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد سے ہی رشید کے لاشعور میں احتجاجی عمل پروان چڑھنے لگا۔

> "بہر حال ان دنوں اپنی مٹی ہوئی انانیت حاصل کرنے کے لئے رونے، روٹھنے اور ضد کرنے کے علاوہ اس کے پاس کچھ بھی نہ تھا اور ان کے استعمال میں اس نے بڑی فراخدلی سے کام لیا۔ مگر ان کے استعمال سے مزید مشکلات پیدا ہو رہی تھیں۔" (9)

جوں جوں اس کی اہمیت کم ہوتی جاتی ہے توں توں اس کی انانیت پاش پاش ہوتی جاتی ہے اور وہ تخریبی کاروائیوں کے منصوبے بنانے لگتا ہے ان تخریبی کاروائیوں سے اسے راحت ملتی ہے مثلاً: بلی کی دم کھینچنا، مرغی کے پر نوچنا، بہن کو تنگ کرنا اور گلی میں گزرنے والے فقیر کو پتھر مارنا وغیرہ۔ یہ سب اس کے لاشعور میں چلنے والے وہ حربے ہوتے ہیں جن کے ذریعے وہ والدین کی توجہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور گھر والوں کو اپنی طرف راغب کرتا ہے وہ ہر برے کام کو جائز سمجھتا ہے ایک دن وہ فقیر کا انتظار کرتے کرتے اکتا جاتا ہے اور جھنجھلاہٹ میں محمود کے طوطے کا خون کر دیتا ہے۔

> "محمود کا طوطا۔۔۔ اس کے دل سے آواز آئی۔ جیسے کوئی اسے چھیڑ رہا ہو۔ محمود کا طوطا۔۔۔ محمود کا طوطا۔۔۔ تمام فضا آوازوں سے

بھری ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے لپک کر پنجرہ اتار لیا اور اسے دھوپ میں رکھ دیا۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ چوکی پر ابا کا استرا دیکھ کر رشید ٹھٹھک گیا۔ اس نے استرا اٹھا لیا۔ پتہ نہیں اس کے دل میں کیا خیال آیا۔ منہ سرخ ہو گیا۔ آنکھیں مسرت سے چمک اٹھیں، "محمود کا طوطا۔" اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ وہ پنجرے کے قریب ہو بیٹھا۔ پنجرے کا دروازہ کھل گیا۔ دنیا گھومتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

حتیٰ کہ اسے بوڑھا فقیر بھی یاد نہ رہا۔ چخ چخ چخ۔۔۔ لہو کی بوندیں اس کے ہاتھوں پر گر رہی تھیں۔۔۔ سرخ رنگین مخمل سا لہو۔ کھڑکی سے باہر رنگین سنہری سرخی ناچ رہی تھی۔ دو بگولے آسمان پر مخملی قوس بن کر جھوم رہے تھے۔

"محمود کا طوطا۔" اس کے دل کا کوئی کونہ تمسخر سے کہہ رہا تھا، "محمود!"(10)

افسانوں کے اس مجموعے کا تیسرا افسانہ "جھکی جھکی آنکھیں" ممتاز مفتی کا تحریر کردہ پہلا افسانہ ہے لیکن اس افسانوی مجموعے میں تیسرے نمبر پر رکھا گیا ہے۔ اس افسانے میں ممتاز مفتی نے شعور ولاشعور کی متضاد سمتوں کو دکھانے کے کوشش کی ہے اس میں انھوں نے ہمارے معاشرے کے درمیانے درجے کے لوگوں کی زندگی دکھائی ہے جہاں ایک لڑکی نے ابھی لاشعور سے شعور کی دنیا میں قدم نہیں رکھا ہوتا کہ اس کے شعور کی بیداری کے عمل کو روک دیا جاتا ہے اور اسے اُس دنیا میں بھیج دیا جاتا ہے جس کے بارے میں وہ سرے سے خواہش ہی نہیں رکھتی۔

چوتھا افسانہ "آپ بیتی" کے عنوان سے ہے جس میں ایک شخص ایک چھوٹی سی غلط فہمی سے ہونے والے اپنی زندگی کے واقعہ کو بیان کرتا ہے اس افسانے کے مرکزی کردار کو انار کھانا پسند تھے اور جس جگہ وہ اپنی ڈیوٹی انجام دینے گیا تھا وہاں ایک انار نامی لڑکی رہتی تھی جس سے وہ بے خبر تھا۔ بابو جی، خان صاحب کے سامنے اظہار کرتے ہیں کہ انہیں انار پسند ہے خان صاحب سمجھتے ہیں کہ بابو جی کو ان کے علاقے کی انار پسند ہے اور وہ انار اور بابو جی کی شادی کرا دیتے ہیں جس کا نتیجہ دور رس ثابت ہوتا ہے اس کہانی سے نفسِ لاشعور کے اس پہلو کا پتہ چلتا ہے کہ ضروری نہیں جو آپ نے کہا سننے والے نے اس کا وہی مطلب سمجھا ہو بلکہ اُس کے لاشعور میں کوئی دوسری سوچ سما سکتی ہے۔

اس مجموعے کا پانچواں افسانہ "اندھیرا" کے عنوان سے ہے جس میں ٹوپیوں کی ایک دکان میں سجے ان پتلوں کو کردار بنایا گیا ہے جنہیں دکان کے مال کی نمائش کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ممتاز مفتی نے ان پتلوں کی مدد سے لوگوں کو زندگی کا فلسفہ سمجھنے کی دعوت دی ہے۔

چھٹا افسانہ "خلط ملط" میں ایک بچے کے ذہن میں چلنے والی کشمکش کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے اس بچے کی پرورش جس گھر میں ہوتی ہے اس گھر کا ماحول جنسی کھیل کا میدان ہوتا ہے جہاں وہ ایک نوکرانی کو اپنے بھائی کے بازوؤں میں جھولتا ہوا

دیکھتا ہے، اپنی بہن کو کزن کے آنے پر تیار ہوتے دیکھتا ہے، مرغی کو مرغے کے نیچے دبتے ہوئے دیکھتا ہے اور ماں باپ کو سرگوشیاں کرتے سنتا ہے۔ یہ تمام حالات اس کے لاشعور میں ایک کشمکش کی کیفیت پیدا کئے رکھتے ہیں۔

"مانی کے دل میں خیالات کا ایک چھتہ بھنبھنا رہا تھا۔ چھوٹے بڑے
کیوں؟ کیسے؟ کس لیے؟ کیا؟ اس کے ذہن میں آوارہ تھے ۔
مسکراتی ہوئی آنکھیں، باتیں کرتی ہوئی بھنویں، پیار سے کھورتی
ہوئی پیشانی، بال، ظالم، تمام اس کے دماغ میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔
وہ پریشان پھر رہا تھا۔"(11)

مانی کے ذہن میں اٹھنے والی یہ کشمکش اسے حقیقت جاننے پر مجبور کرتی ہے اور وہ بھی اپنی ہم جولی زبیدہ کو اس کھیل کے لئے تیار کرتا ہے۔

"یہ نیا کھیل ہے۔"چپ" اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کہا میں ہوں
ابا اور تم---وہ سوچنے لگا---نہیں ---اس کھیل میں لیمپ بھی
چاہیے ---اچھا۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔ تم ہو بانو---اور میں ہوں
بھائی جان ---منیر کو بالکل نہ بتانا ---ہیں ---چپ، اس چاروں
طرف مڑ کر دیکھا۔ ٹھہرو میں دروازہ بند کر آؤں---اس نے دبی
آواز سے کہا۔ دروازہ بند کر کے وہ اسی طرح منہ پر انگلی رکھے
دبے پاؤں واپس آیا --- "بانو"اس نے دبی آواز میں کہا
۔ قمیض اتارو---اچھا---بیدی نے شوق اور حیرانی سے کہا اور وہ
انتہائے شوق اور تحیر سے بت بنی کھڑی تھی۔" (12)

افسانہ "یہ دیوی " دیوی اور اس کے دیور پرکاش کے شعور اور لاشعور میں پیدا ہونے والے محرکات کو بیان کرتا ہے ۔دیوی کی شادی ایک بڑی عمر کے شخص سے ہوتی ہے یہ اس کی دوسری بیوی ہے۔ دیوی دیکھنے میں بہت خوبصورت ہے اور جو دیکھتا ہے اس کی خواہش کرتا رہ جاتا ہے اس کے شوہر کا ایک چھوٹا بھائی پرکاش بھی ان کے ساتھ رہتا ہے جو بھابھی کی بہت عزت کرتا ہے اور جوان ہونے پر اس سے شرم محسوس کرتا ہے جبکہ دیوی چاہتی ہے کہ پرکاش اس سے کسی قسم کی شرم، پردے کا تعلق نہ رکھے بلکہ اس کے ساتھ بے تکلف رہے لیکن پرکاش پڑوس میں رہنے والی نرس کو پسند کرتا ہے اور اشاروں کنایوں میں اس سے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے اس کی بھابھی کو یہ سب پسند نہیں ہوتا وہ اس کا ذکر اپنے شوہر سے کرتی ہے لیکن ساتھ ہی چاہتی ہے کہ پرکاش ناراض ہو کر گھر نہ چھوڑ جائے۔ اس میں اس کی دلی خواہش پوشیدہ ہوتی ہے کہ اس کا دیور اس سے تعلق بنائے رکھے۔

افسانہ "نفرت" ایک بے باک لڑکی کی کہانی ہے جس کی خواہش ہوتی ہے کہ سب کچھ اس کی مرضی کے مطابق ہو وہ اپنی زندگی میں کسی قسم کی روک ٹوک کی قائل نہیں، اسے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس کے شوہر کو کیا پسند ہے۔ پھر اس کی زندگی میں ایک ایسا واقعہ پیش آتا ہے جو اس کی کایا پلٹ دیتا ہے اور وہ اپنے شوہر کی مرضی کے مطابق زندگی گزرنے

لگتی ہے لیکن اس کے اس عمل کے پیچھے اس کی وہ خواہش دفن ہوتی ہے جس کی وہ خواہشمند تھی وہ ایک ہیبت پیدا کرنے والا شوہر چاہتی تھی اور یہ خواہش اس کے لاشعور میں دبی ہوئی تھی۔ اس خواہش کی تکمیل نے اس کی ذات کو تبدیل کر دیا اور اس نے اپنی پسند کو دفنا کر اس شخص کی پسند کو فوقیت دینا شروع کر دیا۔

افسانہ "محلّہ" میں معاشرتی زندگی کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے جہاں ایک شخص کی زندگی پر صرف اس کے اپنے گھر والے ہی نہیں بلکہ اس کے آس پڑوس میں رہنے والے بھی اپنا حق جتاتے ہیں اور اس کے ہر کام میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس افسانے کا بنیادی کردار "چاچی" کا ہے جس نے پورے افسانے کو اپنی گرفت میں لیا ہوا ہے چاچی کی خواہش ہے کہ اس کی بیٹی منظور کی دلہن بنے لیکن منظور محلے سے باہر کی لڑکی سے شادی کر لیتا ہے لیکن اس کے باوجود چاچی اپنا کام جاری رکھتی ہے اور ایسی چال چلتی ہے کہ منظور اس کی بیٹی سے شادی کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے یعنی چاچی اپنے دُہرے کردار کی مدد سے منظور کو وہ کچھ کرنے پر مجبور کر دیتی ہے جو اس کے لاشعور میں موجود ہوتا ہے۔

افسانہ "غسلِ آفتابی" میں خود کلامی کے ذریعے ایک ایسے شخص کے لاشعور کو ابھارا گیا ہے جس کی دبی خواہشات اسے ایک دنیا سے دوسری دنیا میں منتقل کر دیتی ہے لیکن وہ اپنی موجودہ دنیا کو چھوڑ نہیں سکتا اور نئی دنیا میں داخل نہیں ہو سکتا۔ افسانے کا مرکزی کردار بیمار ہے جسے ڈاکٹروں اور حکیموں سے علاج کروانے کے باوجود افاقہ نہیں ہوتا۔ ایسے میں اس کا ایک دوست ظفری ولایت سے ڈاکٹری کر کے آتا ہے اور اسے مشورہ دیتا ہے کہ وہ غسلِ آفتابی کیا کرے اس کی بیماری دور ہو جائے گی۔ دوست کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے وہ روز بلاناغہ کپڑے اتار کر غسل آفتابی کرنے لگتا ہے اور چند دن بعد خود میں ایک عجیب سی تبدیلی محسوس کرنے لگتا ہے۔

> "غسل آفتابی کرتے ہوئے مجھے تقریباً بیس دن ہو چکے تھے مگر اس سے پہلے یہ بات مجھے نہ سوجھی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ میں آنکھیں بند کر کے دھوپ میں پڑا رہتا تھا۔ اکثر منہ پر ہاتھ پھیرتا۔ حتیٰ کہ میرا ہاتھ اپنی لمبی داڑھی پر جا رُکتا اور بے ساختہ میرے منہ سے آہم آہم نکل جاتا۔ اس وقت مجھ پر واضح ہوتا کہ میں کون ہوں اور کون سی باتیں مجھے گوارا نہیں۔ مجھے کس طرح رہنا سہنا چاہیے۔ کون سی بات یا خیال پر لاحول پڑھنا چاہیے --- اس وقت میں زور سے اپنی آنکھیں بند کر لیتا۔ البتہ چوری چوری گھڑی کی طرف دیکھتا رہتا جو سرہانے رکھ لیا کرتا تھا۔ کس قدر ہولے چلتی تھی وہ جیسے جان ہی نہ ہو۔"(13)

بیس دن بلاناغہ غسلِ آفتابی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنی داڑھی سے منکر ہو گیا اور اسے غسلِ آفتابی میں رُکاوٹ سمجھنے لگا لیکن اس کے لیے داڑھی کا ہٹانا آسان نہ تھا کیونکہ اس کی وجہ سے اس کی عزت بنی ہوئی تھی۔

> "ذرا سوچئے تو، یوں بیٹھے بٹھائے اپنی اتنی لمبی داڑھی سے منکر ہو جانا یعنی اپنے آپ سے منکر ہو جانا اپنے مخصوص خیالات اُمیدوں اور دلچسپیوں کو کھو دینا اپنے آپ سے بیگانہ ہو جانا کیسی قیامت تھی۔ مسلسل دس سال سے میں

نے اس داڑھی کو پالا تھا۔اس کی دیکھ بھال کی تھی جو بذاتِ خود میری دیکھ بھال کیا کرتی تھی اور میری روح کا ایک حصہ ہو چکی تھی وہ داڑھی۔---محلے والے مجھے کس عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور میری رائے کی قدر کرتے ہیں ۔گو وہ دقیق مسائل کو نہیں سمجھتے۔----یعنی ایک داڑھی پر ہاتھ پھیرنے سے میری دنیایوں قائم ہو جاتی جیسے داڑھی پر ہاتھ پھیرنا اور کُن کہہ دینا ایک ہی بات ہو۔" (14)

ان حالات میں وہ ایسی مفید داڑھی سے کیسے منکر ہو سکتا تھا اس کا حل اسے اس بات میں نظر آیا کہ وہ ایک مصنوعی داڑھی رکھے اور بوقت ضرورت اس کا استعمال کرے افسانے کے آخر میں وہ خود کو دو دنیاؤں میں تقسیم پاتا ہے اس کے دماغ میں یہ بات زور پکڑ لیتی ہے کہ اس نے شہر جا کر داڑھی منڈوالی تھی اور واپسی پر ایک مصنوعی داڑھی خرید لایا تھا جسے یہ ضرورتاً لگا اور اتار سکتا ہے۔اس قسم کے افراد ہمارے معاشرے میں عام پائے جاتے ہیں جنہوں نے خود پر شرافت کا ہول چڑھا رکھا ہوتا ہے اور جب ان کی دبی خواہشات دنیا کے سامنے آشکارا ہوتی ہیں تو ان کا بنا بنایا پیکر ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے۔

افسانہ "مہندی والا ہاتھ" میں ایک نوجوان (بھائی جان) کے لاشعور میں اٹھانے والے طوفان کو بیان کیا گیا ہے اس افسانے میں ایک گھر کا منظر پیش کیا گیا ہے جہاں بھائی جان اپنے ماں، باپ، آپا، اصغر اور چھوٹی بہن کے ساتھ رہتا ہے۔بھائی جان کو مہندی اور انگوٹھیوں سے سخت نفرت ہے۔

"کیا مجال تھی کسی کی انگلی میں انگوٹھی پہن لے یا ہاتھوں پر مہندی لگالے۔لگانا تو ایک طرف اگر کوئی مہندی گھول کر سات پردوں میں بھی چھپا کر رکھتا تو بھی بھائی جان کو فوراً اس کی بو آجاتی، اُف پھر تو قیامت آجاتی گھر میں۔بھائی جان قے کرنے غسل خانے کی طرف بھاگتے۔گھر بھر میں خشک ،ہے ہے ،کی آوازیں گونجتیں۔"(15)

"مہندی یا انگوٹھی کا نام سن کر یوں کانپ جاتے گویا واقعی ان کے بدن کا تار تار لرز رہا ہو۔" (16)

اس کی چھوٹی بہن کو لگتا ہے کہ بھائی جان نے خواہ مخواہ کا ایک وہم پال رکھا ہے اس نے کئی مرتبہ سوچا کہ کیوں نہ بھائی جان کو ازمایا جائے مگر ہر مرتبہ اماں اسے منع کر دیتیں اور اس کے بچپن کے واقعہ کو بیان کرتی کہ میں آج تک وہ دن نہیں بھول پائی ہوں۔

"مجھے وہ دن یاد ہے جب میں نے یہی بات آزمانے کے لئے اس کے ہاتھ پر مہندی لگا دی تھی۔ان دنوں ابھی بچہ ہی تھا۔---صبح جاگا اور اپنا ہاتھ دیکھا---میرے اللہ سارا دن قے پر قے۔لڑکے پر کھانا پینا حرام ہو گیا۔---پھر لڑکے نے مہندی والا ہاتھ قمیض کے

نیچے بغل میں رکھ کر باندھ دیا۔ تین مہینے باندھار کھا اس نے وہ ہاتھ
،پورے تین مہینے۔" (17)

ایک دن گھر پر کوئی نہ تھا اس کی چھوٹی بہن نے بھائی جان کو آزمانے کا منصوبہ بنالیا اور اپنی خالہ کی بیٹی آصفہ کو تیار کر کے بھائی جان کے پاس مہندی والا ہاتھ دکھانے کے لیے بھیج دیا آصفہ نے بھائی جان کے کمرے میں داخل ہو کر اپنا مہندی لگا ہاتھ ان کے سامنے پھیلا دیا۔

"میرا ہاتھ دیکھئے بھائی جان"۔نہ جانے مہندی کی بھینی بھینی خوشبو یا
اس کے شنگرفی رنگ کی وجہ سے بھائی یوں تڑپ کر اُٹھے گویا انہیں
سانپ نے ڈس لیا ہو۔ان کی آنکھیں لال ہو گئیں۔منہ سوج گیا۔
جانے غصے سے کیوں انہوں نے تڑپ کر پیچھے دیکھا۔---مڑنے
کی وجہ سے آصفہ کا ہاتھ ان کے منہ پر جا لگا۔ انہوں نے ایک
وحشت سے وہ ہاتھ پکڑ لیا اور دیوانہ وار چومنے لگے۔دیوانہ وار--
--اور میرے بدن سے یوں جان نکل رہی ہو جیسے نچوڑنے پر
دُھلے ہوئے کپڑے سے پانی"(18)

بھائی جان کے بے اختیار مہندی والے ہاتھ چومنے سے ان کے لاشعور کی قلعی گھل گئی اپنے اس لگاؤ کی کیفیت سے وہ خود بھی واقف نہیں تھے جسے انہوں نے کئی سالوں سے وحشت کی صورت میں پال رکھا تھا اور اب اس وحشت نے لگاؤ کی شکل اختیار کر لی تھی۔

افسانہ "اندھا" سے ایک نفسیاتی کیفیت کی وضاحت ہوتی ہے اس افسانے کا مرکزی کردار (زینت بیگم) کو صفائی کرنے کا جنون ہوتا ہے،اس کا شوہر عمر میں اس سے بہت بڑا ہوتا ہے اور یہ اس کی چوتھی شادی ہوتی ہے اس کی بیوی ذہنی دباؤ کا شکار ہو جاتی ہے اور اپنے گھر میں ہر طرف گندگی محسوس کرتی ہے سارا سارا دن نوکروں سے صفائی کرواتی رہتی ہے لیکن کسی طور مطمئن نہیں ہوتی۔ بیگم کے ملازموں میں (رحمت اور نواب بی بی) کے درمیان رنگین تعلقات قائم تھے ایک دن رحمت کو ٹھوکر لگنے سے سر پر چوٹ لگتی ہے اور وہ اندھا ہو گیا پھر ایک دن اپنے اندھے پن میں غلطی سے نواب بی بی کی چارپائی کی بجائے بیگم کی چارپائی کے پاس پہنچ گیا۔

"نواب" اس نے مدہم آواز میں پکارا۔اتفاق سے عین اسی وقت بیگم
حسبِ عادت نیند میں بڑبڑائی "ہوں" رحمت مسکرا دیا اور دو مظبوط
باہوں نے بڑھ کر کسی کو بھینچ لیا---وہ جاگ اٹھی۔دو بڑے بڑے
ہاتھ اور مضبوط بازو اسے تھامے ہوئے تھے اس نے چیخنے کی کوشش کی
مگر حلق میں آواز نہ تھی۔اس کا جسم جو احتجاج کی وجہ سے پھڑکنا چاہتا
تھا اس کے بس سے نکلا جا رہا تھا۔ڈھیلا پڑ رہا تھا۔غصے کی چنگاریاں
پھلجھڑیاں بنتی جا رہی تھیں۔آخر بصد مشکل وہ دبی آواز میں چلائی
"رحمت!!---اور پھر بے ہوش ہو گئی۔" (19)

اس واقعہ کے بعد سے بیگم پر بے ہوشی کے دورے پڑنے لگتے ہیں اور وہ جو سارا سارا دن غلاطت کے احساس کو دور کرنے کے لیے ملازموں سے صفائی کرواتی تھی سب بھول گئی لیکن اب وہ ایک نئے نفسیاتی عمل کا شکار ہو جاتی ہے اور ہر روز رحمت کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنی چارپائی کے پاس لاتی ہے اور اسے یاد دلاتی ہے کہ یہ میری چارپائی ہے اس عمل سے وہ خود کو مطمئن کرتی ہے کہ رحمت سے یہ غلطی اندھے پن میں ہوئی تھی۔ پہلے پہل اس کے لاشعور میں شوہر کی طرف سے سکون وتسکین نہیں ہوتا اور اس کمی کو وہ گھر کی صفائی کی مصروفیات کی صورت میں پورا کرتی ہے لیکن رحمت کی اس اتفاقی حرکت سے ہسٹریائی بیگم کا جو جسمانی رشتہ قائم ہوا تھا وہی اس کا علاج تھا در حقیقت وہ ایسے ہی مضبوط ہاتھوں کی خواہش مند تھی لیکن دوسری طرف وہ ایک پاکیزہ عورت تھی جسے اپنی عزت کا پاس تھا اس لیے رحمت کے اندھے پن میں اس سے ہونے والی بھول کا جواز قائم رکھنے کے لیے وہ ہر رات رحمت کو بلا کر پہلے اپنی اور اپنی چارپائی کی پہچان کرواتی ہے۔

افسانہ "ماتھے کا تل" مکالمے کے انداز میں تحریر کردہ افسانہ ہے اس کا مرکزی کردار سعید اپنی بھابھی سے محبت کرتا ہے ،اس کی بھابھی نے اسے ماں بن کر پالا ہوتا ہے ،سعید کو جوان ہونے پر اپنی خالہ کی بیٹی تسلیم میں بھابھی کی محبت محسوس ہوتی ہے اور اس کی وجہ دونوں کی شکل وصورت میں مشابہت ہوتی ہے بس صرف فرق ماتھے کے تل کا ہوتا ہے سعید کی بھابھی کے ماتھے پر تل ہوتا ہے اور تسلیم کے ماتھے پر نہیں ہوتا لیکن سعید تسلیم کے ماتھے پر توے کی کالک لگا کر یہ فرق ختم کر دیتا ہے اور تسلیم سے شادی کے لیے رضامندی کا اظہار کرتا ہے اس کا یہ عمل اس کے دل میں موجود بھابھی کے لیے دبی محبت کے جذبے کو سب پر ظاہر کر دیتا ہے۔

> "تبسم کی نگاہ تصویر پر پڑی اس کے منہ سے چیخ سی نکل گئی۔ رنگ زرد پڑ گیا۔ اس کے ہاتھ میں اس کی اپنی ہی تصویر تھی۔ ماتھے کا تل چاقو سے کھرچا ہوا تھا۔" (20)

افسانہ "مورا" میں کندگی، نجاست اور تعفن کے رازوں پر سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہمارے معاشرے میں مولوی صاحب کے کردار کو جس اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے وہ بعض اوقات انسانی خواہشات کا انکاری ہوتا ہے، انسان کی وہ خواہشات اس کے اندر دب کر رہ جاتیں ہیں لیکن پھر موقع ملنے پر شعور کی سطح پر تیرنے لگتی ہیں۔

" انطحام" یہ افسانہ ہمارے ارد گرد موجود عام شادی شدہ جوڑوں کی زندگی میں پیدا ہونے والی ناہمواریوں کو بیان کرتا ہے ہم اپنے ارد گرد دیکھتے ہیں کہ نیا شادی شدہ جوڑا شادی کے شروع کے دنوں میں ایک دوسرے پر جان چھڑکتا ہے ان کی محبت کو مثالی سمجھا جاتا ہے لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ان کی محبت ماند پڑ جاتی ہے اور دونوں ایک دوسرے سے بے زار نظر آنے لگتے ہیں ایسے میں میاں، بیوی کو قصوروار ٹھہراتا ہے اور بیوی، میاں کی بے اعتنائی کا شکوہ کرتی ہے میاں کا خیال ہوتا ہے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں بیوی کو خوش رکھنے کے لیے کر رہا ہوں جبکہ بیوی، شوہر کی محبت اور توجہ کی بھوکی ہوتی ہے، وہ محبت کے جذبے سے بھرپور ہوتی ہے لیکن میاں گم سم۔ چھ برس کی چک چک کے بعد آخر کار حالات اس قدر بگڑ جاتے ہیں کہ میاں ذہنی مریض اور بیوی بے چینی وبے اطمینانی میں مبتلا ہو جاتی ہے اور ان کی زندگی میں کسی قسم کا سکون نہیں رہتا۔ یہ کہانی ہمارے ارد گرد موجود اس عام عورت کی ذہنی حالت کو ظاہر کرتی ہے جس کا ہمارے معاشرے کا مرد

احساس نہیں کرتا اس کی سوچ کے مطابق عورت کو صرف مرد کی دولت سے سروکار ہوتا ہے ان کی محبت سے وہ خوش نہیں رہ سکتیں۔

اس مجموعے "ان کہی" کا آخری افسانہ "سیانی" ہے۔ سیانی کا مرکزی کردار ساحرہ اور فیروز ہیں۔ ساحرہ ایک طرح دار دلہن بن کر آئی تھی وہ اس قدر بے باک تھی کہ اپنی شادی پر ناچی بھی تھی اور محلے میں آنے کے بعد سے ہی اس نے اپنا رنگ جمالیا تھا۔

> "ساحرہ کے آنے پر شریف نگر میں ایک اضطراب سا پیدا ہو گیا۔ گویا کسی نے تالاب کے ساکن پانی میں ایک پتھر مار دیا ہو۔ محلے کی بوڑھیوں نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا اور ہونٹوں پر انگلی رکھ کر بیٹھ گئیں۔" (21)

ساحرہ حسن و جمال کے زیور سے آراستہ ہے، اس میں زندگی کی تڑپ ہے، وہ جذبے کی حرارت سے بے قرار ہے اور اپنے دل کی تڑپ کو کسی طور قربان کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اس پر کسی قسم کی روک ٹوک کا اثر نہیں ہوتا اور بلا خوف و خطر اپنے لیے راستہ بنانا جانتی ہے۔

افسانوی مجموعہ "ان کہی" کے تقریباً تمام ہی افسانوں میں ہمیں انسانی لاشعور میں چلنے والی جنسی اور نفسیاتی پہلو ملتے ہیں جو ہمارے معاشرے کی ٹھوس حقیقت ہیں لیکن چونکہ ہمارے معاشرے کے لاعلم لوگ انسانی لاشعور کے ان پہلوؤں سے واقف نہیں ہوتے اس لیے اپنے ارد گرد موجود ان حقیقتوں کو پہچان نہیں پاتے اور نقصان اٹھاتے ہیں چاہے وہ جوان ہوتی لڑکی کے جذبات ہوں یا ایک نو عمر بچے کی نفسیاتی کشمکش، شادی شدہ عورت ہو یا داڑھی والا کوئی مرد۔ ہر ایک کے لاشعور میں کوئی نہ کوئی کیفیت ضرور پروان چڑھ رہی ہوتی ہے۔ اب یہ دیکھتی آنکھ کا کمال ہے کہ وہ ان کیفیات سے کیسے خبر دار ہوتا ہے۔ ممتاز مفتی نے اپنا فرض بہ خوبی ادا کیا اور معاشرے کے ایک ایسے موضوع پر قلم اُٹھایا جسے ہمیشہ پُر اسرار رکھنے ہی میں عافیت سمجھی جاتی ہے۔

## حوالہ جات


1. Bashir A Qureshi Kitabistan 21st Century Practical Dictionary Kitabistan Publishing Co, Urdu Bazar Lahore, 1998 P # 143.

2. ابو الاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۵ء ص ۱۱۰

3. ڈاکٹر سلیم اختر، نفسیاتی تنقید، مجلس ترقی ادب, لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۵۲

4. وارث سرہندی، علمی اردو لغت، علمی کتب خانہ اردو بازار لاہور، س ندارد، ص ۳۰۵

5. ممتاز مفتی، ان کہی، الفیصل ناشران لاہور، ۲۰۱۷ء، ص پیش لفظ

6. ممتاز مفتی، آپا بشمول ان کہی، الفیصل ناشران لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۱۰

7. ایضاً ص ۱۳

8. ممتاز مفتی، بیگانگی بشمول ان کہی، الفیصل ناشران لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۲۴

9. ایضاً ص ۲۵

10. ایضاً ص ۳۱

11. ممتاز مفتی، خلط ملط بشمول ان کہی، الفیصل ناشران لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۹۱

12. ایضاً ص ۹۴

13. ممتاز مفتی، غسلِ آفتابی بشمول ان کہی، الفیصل ناشران لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۱۲۹۔۱۳۰

14. ایضاً ص ۱۳۱

15. ممتاز مفتی، مہندی والا ہاتھ بشمول ان کہی، الفیصل ناشران لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۱۵۱ تا ۱۵۵

16. ایضاً۔

17. ایضاً۔

18. ایضاً۔

19. ممتاز مفتی، اندھا بشمول ان کہی، الفیصل ناشران لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۱۶۰

20. ممتاز مفتی، ماتھے کا تل بشمول ان کہی، الفیصل ناشران لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۱۷۵

21. ممتاز مفتی، سیانی بشمول ان کہی، الفیصل ناشران لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۱۹۹


**References:**


1.Bashir A Qureshi Kitabistan 21st Century Practical Dictionary Kitabistan Publishing Co,Urdu Bazar Lahore, 1998 P # 143.

2. Abu ul Ijaz Hafeez Sadeeqi, kashafe Tnqeedi Istelahat, Muqtadera Qumi Zaban Islamabad, 1985,P# 110

3. Dr Saleem Akhter, Nafsiyati Tnqeed, Majles e Tareqqi e Adab Lahore , 1986,P#52

4. Waris Sir Hindi, Elmi Urdu Lughat, Elmi kutub Khana, Urdu Bazar Lahore, San nadard,P#305

5. Mumtaz Mufti , Ankahi, Al-Fasal Nasheran Lahore, 2017,P#Pesh Lafz.

6. Mumtaz Mufti ,Apa bashamool Ankahi, Al-Fasal Nasheran Lahore, 2017,P#10
7. Ibid Page # 13
8. Mumtaz Mufti ,Begangee Bashamool Ankahi, Al-Fasal Nasheran Lahore, 2017,P#24
9. Ibid Page # 25
10. Ibid Page # 31
11.Mumtaz Mufti ,Khalat Malat Bashamool Ankahi, Al-Fasal Nasheran Lahore, 2017,P#91
12. Ibid Page #94
13. Mumtaz Mufti ,Gusl e Aftabi Bashamool Ankahi, Al-Fasal Nasheran Lahore, 2017 , P#129-130.
14. Ibid Page 131
15.16.17.18. Mumtaz Mufti ,Mehandi wala Hath Bashamool Ankahi, Al-Fasal Nasheran Lahore, 2017,P#151-155.
19. Mumtaz Mufti ,Andha Bashamool Ankahi, Al-Fasal Nasheran Lahor, 2017,P# 160
20. Mumtaz Mufti ,Mathe ka Tel Bashamool Ankahi, Al-Fasal Nasheran Lahore, 2017,P# 175
21. Mumtaz Mufti ,Seyani Bashamool Ankahi, Al-Fasal Nasheran Lahore, 2017,P#199